To get hand written assignments Call or messege

051-2285833, 0344-5515779, 03005371884

NISHAT EDUCATION PORSH ARCADE PLAZA G9 MARKAZ

ISLAMABAD

﴿سمسٹر بہار 2020ء﴾

کورس: تاریخ برصغیر — کورس کوڈ: 321

سطح: انٹرمیڈیٹ — مشق نمبر: 01

سوال نمبر ۱: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں؟

۱۔ پرتھوی راج چوہان نے کس مسلمان حکمران کے ہاتھوں شکست کھائی؟

جواب: شہاب الدین غوری۔

۲۔ رانا سانگا کا تعلق کس ریاست سے ہے؟

جواب: میواڑ۔

۳۔ ۱۰۰۵ء میں لاہور میں کس بزرگ نے اسلام کی تبلیغ کی؟

جواب: شیخ علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش۔

۴۔ سندھ کے حکمران چچ کا بیٹا کون تھا؟

جواب: راجا داہر۔

۵۔ برہمن کے بعد ہندوؤں کی مشہور ذات کون سی ہے؟

جواب: کھشتری۔

۶۔ ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق برہما کے پاؤں سے کون سی ذات پیدا ہوتی ہے؟

جواب: شودر۔

۷۔ رامائن اور مہابھارت کون سی تصانیف تصور کی جاتی ہیں؟

جواب: تاریخ اور ادب کی کتابیں تصور کی جاتی ہیں۔

۸۔ آواگون سے کیا مراد ہے؟

جواب: آواگون یا تناسخ کا بنیادی نظریہ تھا کہ کامل انسان برہما ہے یہ مسئلہ بھی عجیب گورکھ دھندا تھا۔ اک سے برہما بننے تک انسان کئی بار پیدا ہوتا ہے ہر پیدائش یا جنم میں وہ اپنے عمال یا کرم کے مطابق اگلے جنم میں نئی صورت میں پیدا ہوتا ہے اگر اعمال برے ہیں تو وہ نچلی ذات یا جانوروں میں پیدا ہوتا ہے ۔اچھے ہو تو اعلیٰ ذات یا برہموں میں پیدا ہوتا ہے ۔اس کے بعد مکتی یعنی نجات ہے۔

۹۔ برصغیر میں اسلام کا پہلا مرکز کون سا ہے؟

جواب: مالابار۔

۱۰۔ حکیم بن جبلہ سے کس خلیفہ نے ہندوستان کے بارے میں پوچھا تھا؟

جواب: حضرت عمرؓ۔

سوال نمبر ۲: ہندومت اور اسلام کے امتیازات اور اختلافات پر مفصل نوٹ تحریر کریں۔

جواب: **"ہندومت"**

ہندومت برہمنوں کا دھرم یا مذہب نہیں بلکہ طریقہ کار یا مسلک تھا اصل مذہب برہمیت تھا بدھ مت جین مت جیسے مذاہب اسی کی کوکھ سے نکلے تھے اور اسی میں جا داخل ہوئے ۔برہموں کا مذہب ویدوں کا مذہب تھا جو ہر دیوتا اور ہر مسلک کو اپنی گود میں آنے کی اجازت دیتا تھا ۔اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کی آمد کے وقت برصغیر میں 9 کروڑ سے زائد دیوتاؤں یا بتوں کی عبادت کی جاتی تھی ۔اشوک کشک اور ہرش جیسے حکمرانوں کے دور میں بدھ مت سرکاری مذہب تھا لیکن طوائف الملوکی کے دور میں ہندو دھرم وہ دھرم کی احیا کی مہم میں راجپوت راجاؤں نے آگے بڑھ کر بدھ مت کو پیچھے ہٹا دیا۔

بت پرستی کے ساتھ ساتھ ہندوؤں میں آبا پرستی بھی رائج تھی ۔والدین کی پوجا کی جاتی خاندان کے بزرگ پوجا لائق ہوتے تھے ۔کسی ممتاز فرد کے مرجانے پر اسے دیوتا کی حیثیت اختیار کر گئے اونچی ذات کے بہرمن بھی نچلی ذاتوں کے دیوتا ٹھرے ۔برہموں کو بے اندازوں اختیارات حاصل تھے ۔اس کی مقدس کتابیں وید کہلاتی ہیں۔

1۔رگ وید 2۔یجر وید 3۔سام وید 4۔اتھروید

برہمن یہ کتابیں شودروں کے علاوہ باقی ہندوؤں کے سامنے پڑھتا ۔ان کے علاوہ اپنشاد اور پران مذہبی فلسفے کی کتابیں تھیں۔

بدھ مت:۔ بدھ مت کے عروج کا دور ہرش تک رہا اس مذہب نے برصغیر کے لوگوں کو اوہام سے نکالا اور نیکی کا راستہ بتایا تھا مگر برہمیت نے اس کشتی میں کئی سوراخ کر دیئے تھے۔ انہوں نے مہد تما بدھ کا بت تراش لیا اور یوں بدھ کو پوجا کا آغاز ہو گیا۔

عمومی مذہبی حالت:۔ اسلام سے قبل برصغیر میں دین نام کی کوئی شے موجود نہیں تھی ہر طرف جاہلیت کا دور دورا تھا ۔اللہ تعالیٰ کی وحدت کا تصور موجود نہ تھا کروڑوں دیوتاؤں کی پوجا ہوتی لکڑی، پتھر، مٹی یا دھات سے ان دیوتاؤں کے بت بنائے جاتے اور انسان خود اپنے بنائے ہوئے بتوں کے آگے سجدہ ریز ہوتے ۔مذہب انسان کو نیکی کی راہ سکھانے کیلئے وجود میں آیا۔

حکمت کے ہر شعبے پر مذہب کی گرفت تھی مذہبی احکام کی خلاف ورزی ریاست سے بغاوت کہلاتی تھی ان کے نزدیک راجہ حکمت کرنے کا حق خدا کی طرف سے ملا تھا ۔اس لئے اس کی حیثیت ایک دیوتا کی ہوتی تھی جس کی پوجا ضروری تھی۔

آواگون:۔ آواگون یا تناسخ کا بنیادی نظریہ تھا کہ کامل انسان برہما ہے یہ مسئلہ بھی عجیب گورکھ دھندا تھا ۔اک سے برہما بننے تک انسان کئی بار پیدا ہوتا ہے ہر پیدائش یا جنم میں وہ اپنے عمال یا کرم کے مطابق اگلے جنم میں نئی صورت میں پیدا ہوتا ہے اگر اعمال برے ہیں تو وہ نچلی ذات یا جانوروں میں پیدا ہوتا ہے ۔اچھے ہو تو اعلیٰ ذات یا برہموں میں پیدا ہوتا ہے ۔اس کے بعد مکتی یعنی نجات ہے۔

"طبقاتی معاشرہ"

مسلمانوں کی آمد سے قبل برصغیر کا معاشرہ مختلف طبقوں میں تقسیم ہو چکا تھا فرعون نے تو معاشرے کے دو گروہ بنائے تھے ایک امیر اور غریب لیکن برہموں نے برصغیر میں کئی ذاتوں کو طبقوں کی صورت دے رکھی تھی تمام ہندو چار بڑی ذاتوں میں منقسم تھے۔

(i)۔برہمن:۔ یہ بلند ترین ذات تھی ۔برہموں کا خیال تھا کہ وہ برہما کے سر سے پیدا ہوئے ہیں اس لئے انہیں معاشرے میں اعلیٰ ترین اور امتیازی مقام حاصل ہے ۔سوچ بچار کرنا علم حاصل کرنا اور حکومت کرنا ان کا کام انہیں مذہب پر اجارہ داری حاصل تھی اس طرح معاشرے پر ان کی مکمل بالادستی قائم تھی۔

BS NISHAT EDUCATION
0344-5515779, 03005371884,
051-2285833, 2285733
BS NISHAT EDUCATION

(ii) کھشتری:۔ برہمن کے بعد طاقتور ترین ذات کھشتری کی جاتی ہے کھشتری برہما کے بازوؤں سے پیدا ہوتے ہیں اس لئے ان کا کام لڑنا اور ملک کی حفاظت کرنا تھا۔

(iii) ویش:۔ یہ تیسری ذات تھی جس کے بارے میں ہندوؤں کا عقیدہ تھا کہ اس ذات کے لوگ برہما کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے تجارت ان کا کام ہے۔

(iv) شودر:۔ برہموں کے نزدیک برہما کے پاؤں سے شودر پیدا ہوتے تھے ان کا کام مندرجہ بالا تینوں ذاتوں کی خدمت کرنا تھا۔

(v) اچھوت ملیچھ:۔ چار ذاتوں کے علاوہ کئی اور ذاتیں بھی تھی جنہیں اچھوت یا ملیچھ یعنی پلید کہا گیا۔ یہ غیر ہندو ذاتیں تھیں یا کم تر درجے کے شودر انمیں پیشہ ور لوگ دھوبیاں، چماروں، جولاہوں سے لیکر تر کھان ڈوم حتیٰ کہ ان مذاہب کے جاننے والے بھی شامل تھے جو ہندومت میں شامل نہ ہو سکے مثلاً چنڈال عیسائی اور مسلمان ملیچھ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا، ہاتھ ملانا، بلکہ بات تک کرنا گناہ سمجھا جاتا تھا۔

(vi) اخلاقی انحطاط:۔ ذات پات کا یہ نظام اخلاقی کمزوریوں کا باعث بنا ہر طبقہ دلی طور پر دوسرے سے نفرت کرتا تھا، نفاق تعصب نحوست حسد اور بغض کے جذبات موجود تھے۔ معاشرتی بنیادوں میں ظلم وستم موجود تھا۔ مساوات نہ ہونے کے باعث باہمی نفرتیں اور دشمنی کے جذبات کا پیدا ہونا فطری ہے۔ مذہب نے بتایا کہ کسی ذات میں پیدا ہونا ان کا مقدر ہے۔

عورت کا مقام:۔

ہندو معاشرے میں عورت انتہائی کم تر اور ذلیل ترین مخلوق تھی۔ ہندو دھرم کے مطابق بچپن میں لڑکی کو باپ کا فرمانبردار رہنا چاہیے تھا جوانی میں شوہر کی خدمت کرنی چاہیے بیوگی میں بیٹو کی زیر دست میں رہے یا ستی ہو جاتے مردوں پر اخلاقی پابندی نہیں ہوتی۔ لیکن عورت سے با کردار رہنے کی توقع کی جاتی ہے۔ شوہر اگر بچپن میں مر جاتا تو وہ پوری زندگی بیوہ رہتی۔ اس کا سر مونڈ دیا جاتا اور لباس صرف سفید اور تقاریب میں جانا اس کے لئے ممنوع ہو جاتا۔

بود وباش:۔ ہندوؤں کا رہنا سہنا غلاظت آمیز تھا۔ یہ اپنے جسم کے کسی حصے کے بال نہ تراشتے تھے۔ جسم زیادہ تر ننگا رہتا۔ ناخن کو بڑھاتے جوؤں کی حفاظت کرتے الگ الگ کھانے کھاتے اور بچا کچھا کھانا پھینک دیتے گائے کا پیشاب پیتے۔ ان کی عام خوراک اناج، گھی، دودھ اور تیل تھے۔ گوشت، مچھلی اور لہسن سے پرہیز کرتے تھے۔

تعلیم:۔ ہندومت میں تعلیم حاصل کرنے کا حق صرف برہموں کو تھا۔ تو شالی، پاٹلی پتر، ٹیکسلا اور سیالکوٹ میں درسگاہیں ہیں۔ وہاں بھی اونچی ذات کے لوگ ہی داخلہ لے سکتے تھے، علوم کے سلسلہ میں بھی ہندوؤں کے ہاں تعصب کارفرما تھا، مسلمانوں کی آمد سے قبل برصغیر میں تعلیم نہ ہونے کے برابر رہ گئی تھی اور سنسکرت مردہ زبان ٹھری۔

اسلام:

برصغیر میں اسلامی تعلیم وتبلیغ کا پہلا مرکز مالابار تھا۔ وہاں کے راجہ نے حضور اکرم ﷺ کے زمانے ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ اسی طرح جزائر سراندیپ میں عرب تاجروں کی آمد ورفت سے اسلام کی روشنی پھیلی اور وہاں کا راجہ بھی مشرف با اسلام ہوا۔ چنانچہ اس طرح رفتہ رفتہ برصغیر کے دوسرے حصوں میں بھی اسلام کو فروغ حاصل ہوا اور مسلم معاشرہ تشکیل پاتا چلا گیا لیکن یہاں یہ بات ضرور ذہن میں تازہ کر لینی چاہیے کہ مسلم معاشرے سے قبل ہندوؤں کا رہن سہن کیسا تھا۔ اور ان کے معاشرتی احوال کیسے تھے۔ اس کیلئے یہ نکات پیش نظر رہنے چاہئیں:

برصغیر میں ہندوؤں کا معاشرہ ذات پات کی تفریق کی وجہ سے مختلف طبقوں میں بٹا ہوا تھا۔ برہمن سب سے اونچی ذات سمجھی جاتی تھی۔ تعلیم حاصل کرنا، خصوصاً مذہبی تعلیم کا حصول صرف برہموں سے مخصوص تھا۔ برہمن سب سے اونچی ذات سمجھے جاتے تھے۔ انہیں ویدوں کے کلمات سننے کی اجازت نہ تھی۔ معاشرہ اخلاقی طور پر بہت ساری کمزوریوں اور خرابیوں کا شکار تھا۔ سود خوری، منافع خوری، جوا بازی اور ستی کا رواج تھا۔ بت پرستی عام تھی۔ عورت کو معاشرے میں عزت کا کوئی مقام حاصل نہ تھا۔ چنانچہ اس قسم کے معاشرے میں پاکیزہ زندگی کا کوئی تصور نہ تھا۔ زندگی میں پاکیزگی، توازن اور مساوات وانصاف کی اقدار کیلئے ابھی مسلم معاشرے کے قیام کا انتظار تھا۔

1۔ __**ثقافتی اثرات:**__ مسلمانوں کی آمد سے خصوصاً محمود غزنوی کے حملوں کے بعد برصغیر میں اسلام کی تبلیغ واشاعت میں بڑی مدد ملی۔ لباس، خوراک اور رہن سہن میں تبدیلی آئی۔ اسی طرح علم وادب کو فروغ حاصل ہوا، فن تعمیر اور اسلامی تہذیب وتمدن کی ترقی وترویج کے سلسلے میں نہایت مثبت نتائج مرتب ہوئے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کی زبانوں، تہذیبوں اور ثقافتوں کے ملاپ سے ایک نئی تہذیب پیدا ہوئی جو ہندوستانی تہذیب کہلائی۔ سندھی رسم الخط، سندھی زبان پھر اردو زبان اسی تہذیب کی پیداوار تھی۔

2۔ __**معاشی پیداوار:**__ ہندو برہموں نے اپنے مندروں میں بے اندازہ دولت جمع کر رکھی تھی۔ محمود غزنوی کے حملوں کے نتیجے میں یہ دولت مسلمانوں کے قبضے میں آ گئی اور عالم اسلام پر صرف ہونے لگی۔ محمود غزنوی نے اس دولت سے اپنی فوج کی تنظیم نو کی، اپنی سلطنت کو مضبوط کیا اور غزنہ میں عالی شان عمارات بنوائیں گئیں۔ برصغیر میں فوری طور پر سونے چاندی کے ذخیرے کم ہو گئے۔ لیکن چونکہ یہ بنیادی طور پر ایک زرعی ملک ہے اور اس وقت یہاں لوٹ کھسوٹ کرنے والے برہمن اپنا اثر ورسوخ کھو چکے تھے، اسی لئے چند ہی برسوں میں مسلمانوں کی خوشحالی میں اضافہ ہو گیا، عربی نسل کے گھوڑوں اور اونٹوں کی افزائش ہونے لگی۔ اور کھجوروں کی بہتات ہو گئی۔ تجارت کو دیانت اور امانت کی بنیادوں پر استوار کیا گیا۔ جس سے ہندوستان کی معیشت کو استحکام حاصل ہوا۔

BS NISHAT EDUCATION
0344-5515779, 03005371884,
051-2285833, 2285733
BS NISHAT EDUCATION

۳۔ **علمی اثرات:** اس دور میں علوم وفنون کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔عباسی خلفا نے ہندی کتابوں کے تراجم میں دلچسپی لی، چنانچہ فلکیات کی کتابیں سدھانت، آریہ بھٹ اور کھنڈ یا کھنڈ سنسکرت سے عربی میں ترجمہ ہوئی۔ہندوستانی اعداد اور صفر لکھنے کے طریقے کو مسلمانوں نے ترقی دے کر عربی ہندسوں سے روشناس کرایا۔اس سے گنتی لکھنا آسان ہوگیا۔طب پر ہندو پنڈتوں کی کتابیں خصوصاً سشرت، چرک اور چانکیہ کی کتابیں عربی میں ترجمہ ہوئیں۔سنسکرت کی کتاب پنج تنتر کا فارسی ترجمہ کلیلہ ودمنہ اور کئی علوم کی کتابوں کے عربی میں ترجمے ہوئے۔نویں صدی عیسوی کے اواخر میں قرآن مجید کا سندھی میں ترجمہ ہوا۔اس سے سندھی زبان میں اسلام کی اشاعت کو فروغ حاصل ہوا۔محمود غزنوی کے دور میں غزنہ کا دربار علم وادب کا مرکز بن گیا جو رفتہ رفتہ لاہور منتقل ہوگیا۔اس کے دربار میں البیرونی، فارابی، بیہقی، ارناصحی جیسے ممتاز علما موجود تھے۔لاہور میں اس کے ساتھ البیرونی، مسعود سعد سلمان جیسے علما آئے اور سلطان مسعود بن محمود غزنوی کے دور میں داتا گنج بخشؒ جیسے صوفیا تشریف لائے۔

4۔ **مذہبی اثرات:** سندھ ملتان اور پنجاب کے بعد رفتہ رفتہ اسلامی سلطنت کم وبیش پورے برصغیر میں قائم ہوگئی اسلامی سلطنت کے قیام کے ساتھ ہی علم وفضل اور عدل ومساوات کا دور دورہ ہوگیا۔اسلامی علوم وفنون کو بڑی ترقی ملی ورمسلمان بادشاہوں نے بڑے بڑے شہروں میں عالی شان محل، ایوان اور مساجد تعمیر کرائیں۔اسطرح برصغیر میں فن تعمیر کا ایک نیا اور جداگانہ انداز رائج ہوا۔وسط ایشیا سے آنے والے بے شمار عالموں اور صوفیوں نے برصغیر میں اسلام کی اشاعت اور ترقی میں بہت اہم کردار ادا کیا۔انہوں نے برصغیر کے مختلف علاقوں میں لاکھوں انسانوں کی اصلاح کر کے ان کی زندگیوں میں انقلاب برپا کردیا۔ایک طرف تو مسلمان حکمرانوں نے عادلانہ نظام حکومت قائم کر کے پرانے طبقاتی نظام اور ذات پات کی تفریق کا سلسلہ ختم کیا۔دوسری طرف صوفیا اور علماء نے عوام سے قریبی تعلق قائم کر کے ان کی ہدایت اور اصلاح کا فریضہ انجام دیا۔ان کی خانقاہیں اور درسگاہیں مسلمان معاشرے کی اہم تہذیبی اور ترمیتی مرکز ہوا کرتی تھیں۔یہ ان بزرگوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج یہاں کی سرزمین کی آبادی کا بڑا حصہ مسلمان ہے۔انہوں نے یہاں کی معاشرتی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کئے۔برصغیر میں اسلامی حکومت کے قیام سے جو اثرات ونتائج برآمد ہوئے جیسے:

برصغیر کا بیرونی دنیا سے تعلق قائم ہوا اور باہمی تجارت کا سلسلہ شروع ہوا۔سب علاقوں میں ایک ہی طرح کا نظم ونسق قائم ہونے سے انتظامی ہم آہنگی پیدا ہوگئی۔فن تعمیر کا نیا انداز قائم ہوا اور اعلیٰ صنعتوں کو فروغ حاصل ہوا۔امن وامان کے قیام سے معاشی اور معاشرتی بہتری پیدا ہوئی۔ایک عام ملکی زبان اردو وجود میں آئی۔تصوف کی ترقی سے ایک عام رواداری اور باہمی میل جول کا رجحان پیدا ہوا۔ثقافتی، علمی اور ادبی فضا قائم ہوئی۔تہذیب وتمدن میں ترقی ہوئی۔ہر آدمی کے لیے تعلیم عام ہوگئی۔طبقاتی تقسیم کی حوصلہ شکنی ہوئی۔

سیاسی فاتحین جن علاقوں تک گئے، مسلمان تاجر، علما، صوفیا، طلبا اور سیاح بھی ان کے پیچھے وہاں پہنچے۔چنانچہ شمالی ہندوستان اور بنگال دو اہم اسلامی مراکز بن گئے۔برصغیر ایک مرکز تلے آکر ایک سلطنت کی صورت اختیار کرنے لگا۔رفاہ عامہ کے کام ہونے لگے۔علم خواص کے ہاتھوں سے نکل کر مدرسوں اور خانقاہوں میں پہنچ گیا۔افواج اور سول انتظامیہ کی باقاعدہ تنظیم ہونے لگی۔دو بڑی تہذیبوں کے ٹکراؤ سے ان علاقوں کا اپنا تمدن وجود میں آنے لگا جو اپنی روح کے اعتبار سے اسلامی معاشرت کا حامل تھا۔صوفیا عوام کے قریب رہ کر انہیں اسلام کی طرف مائل کرنے لگے۔سیاسی اور مذہبی کوششوں سے مقامی باہمی رابطے کی زبان پیدا ہوئی جسے پہلے ہندی اور پھر بعد میں اُردو کہا جانے لگا۔عربی، ترکی اور فارسی کے بعد اُردو میں بھی بے شمار اسلامی کتابیں لکھی گئیں۔تعمیرات میں انقلاب برپا ہوا۔مساجد اور مدرسے تعمیر ہوئے اور کھلی اور روشن تعمیرات وجود میں آنے لگیں۔

سوال نمبر:۳ محمد بن قاسم نے سندھ پر حملہ کیوں کیا تھا نیز اوراس حملے کے اثرات بیان کریں۔

جواب: **سندھ کی صورت حال:**

سندھ بڑا ذرخیز لیکن ہندوستان کا بڑا دور دراز علاقہ سمجھا جاتا تھا۔راجا چچ کے بعد حکومت اس کے بیٹے داہر اور بھتیجے راج میں تقسیم ہوگئی تھی۔راجا داہر اروڑ (روہڑی) سے دیبل تک اور راج برہمن آباد (شہزادپور) کا حاکم تھا۔راج کے بعد داہر کا بھائی دھرسینہ برہمن آباد کا حاکم بنا۔یہ برہمن حکمران تھے۔جبکہ رعایا بدھ مت کی پیروتھی۔برہموں کی ہوس اقتدار اور ظلم وستم نے بدھ رعایا کو اپنے حاکم سے بدظن کر رکھا تھا۔داہر نے تو اس خیال سے کہ سلطنت کسی اور کے پاس نہ چلی جائے اپنی بہن سے خود شادی کرلی تھی۔چنانچہ اس کا اپنا خاندان بھی اس کے مخالف ہوگیا۔اس وقت سندھ کی حکومت کشمیر، قنوج اور افغانستان تک پھیلی ہوئی تھی، لیکن داخلی کشمکش بے اطمینانی اور ظلم وستم کا شکار تھی۔نچلے طبقے جو سر قبیلوں کو برہمن اچھوت سمجھتے تھے۔انہیں ریشم اور مخمل کے کپڑے پہننے اور شال اوڑھنے کی اجازت نہ تھی۔انہیں حکم تھا کہ گھوڑے پر زین ڈال کر سواری نہ کریں اور گھر سے نکلتے وقت ننگے سر اور ننگے پاؤں ہوں اور کتے ساتھ لے کر نکلیں تا کہ ان کی شناخت ہوسکے۔الغرض سندھ کے یہ مظلوم لوگ مسلمانوں سے مدد کے طلب گار تھے۔

سندھ پر حملہ:

حجاج بن یوسف کے ظلم وستم سے تنگ آئے مسلمان اور بعض باغی سردار سندھ میں پناہ ڈھونڈتے تھے جہاں ان کے مسلمان بھائی بھی موجود تھے۔انہی میں ایک باغی سردار محمد علافی

BS NISHAT EDUCATION
0344-5515779, 03005371884,
051-2285833, 2285733
BS NISHAT EDUCATION

عبداللہ بہت مشہور تھے۔حجاج نے 710ء میں عبداللہ بن نبہان کو سندھ پر حملہ کرنے کا حکم دیا تھا۔یہ حملہ ناکام رہا تھا دوسرا حملہ بدیل نے کیا وہ بھی ناکام رہا تو تیسرا محمد بن قاسم نے کیا اور 712ء میں وہ منجنیق سے ہوتا ہوا دیبل پہنچا۔یہی نہیں بلکہ وہ پنجاب کے اندر ملتان اور دیپال پور تک چلا آیا اس طرح دو سال کے عرصے میں سندھ کا سارا علاقہ عرب فاتحین کے قبضے میں آ گیا اور اس نے سندھ میں باقاعدہ سلطنت کی بنا دی رکھی۔

اسباب:

سراندیپ کے راجا نے حج بیت اللہ کیلئے مسلمانوں کے بحری جہازوں پر سوار کرا کے عراق روانہ کیا تھا۔ابھی یہ جہاز بحیرہ عمان میں داخل ہوئے تھے کہ ہوا نے انہیں مکران کے ساحل کی طرف دھکیل دیا اور یہ دیبل کی بندرگاہ کے قریب پہنچ گئے۔سندھ کے ''میڈ'' قوم قزاقوں نے انہیں لوٹ لیا۔اور تمام لوگوں کو قیدی بنا لیا۔ان میں سے ایک شخص کسی طرح بچ نکلا اور اس نے حجاج بن یوسف کے پاس پہنچ کر بتایا کہ قیدیوں میں سے قبیلہ یربوع کی ایک عورت نے اسے مدد کیلئے آواز دی۔اس کے الفاظ تھے یا حجاج اغثنی (اے حجاج مدد کر) جب یہ خبر حجاج تک پہنچی تو حجاج نے فوراً کہا لبیک (حاضر ہوں)۔حجاج بن یوسف نے راجا داہر کو خط لکھ کر قیدیوں کی رہائی اور میدیوں کو سزا دینے کا مطالبہ کیا۔لیکن متکبر راجہ نے جواب دیا۔''انہیں قزاقوں نے پکڑا ہے۔میں کیا کر سکتا ہوں''۔

اس متکبرانہ جواب سے سندھ پر حملے کا جواز پیدا ہو گیا۔مگر خلیفہ وقت عبدالملک بن مروان نے اس کی اجازت نہ دی تھی۔اب زمانہ اس کے بیٹے ولید بن عبدالملک کا تھا۔اس نے اجازت دے دی تو عبداللہ بن نبہان، بدیل اور محمد بن قاسم کو یکے بعد دیگرے سندھ پر حملے کیلئے بھیجا۔محمد بن قاسم کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ سترہ برس کا نوجوان تھا۔اس کے پاس چھ ہزار گھڑ سوار، چھ ہزار شتر سوار، تین ہزار دیگر جانور، منجنیقیں اور ضروری اسلحہ تھا۔یہ ایک منظم لشکر تھا۔ڈاک کا بھی عمدہ نظام تھا کہ ایک ہفتے کے اندر محمد بن قاسم کو اپنے خط کا جواب کوفہ سے مل جاتا تھا۔محمد بن قاسم نے سندھ پر پہلا حملہ دیبل بندرگاہ پر کیا۔یہاں اس نے لنکا کے جہاز سے گرفتار کئے جانے والے مسلمان قیدیوں کو رہا کرایا۔اس قید خانے کا نگران ایک شخص قبلہ نامی تھا محمد بن قاسم اس کے ساتھ اس قدر سلوک سے پیش آیا کہ وہ مسلمان ہو گیا چنانچہ اسی کو دیبل کا نگران بنایا گیا۔یہاں ایک مسجد کی تعمیر بھی کی گئی اور چار ہزار مسلمانوں کو آباد کیا گیا۔

دیبل کے بعد حیدر آباد کے جنوب میں نیرون کے حاکم اور شہریوں نے جو بدھ مت کے پیروکار تھے اور برہمنوں سے تنگ آ چکے تھے۔محمد بن قاسم سے امان کا پروانہ حاصل کر لیا۔چنانچہ یہ شہر بغیر کسی جنگ و جدل کے فتح ہو گیا۔یہاں بھی ایک مسجد بنائی گئی اور مسلمان آباد کئے گئے۔اس شہر کا انتظام محمد ذیلی بھری کے سپرد ہوا۔دیبل اور نیرون کے بعد محمد بن قاسم نے اندرون سندھ کی طرف توجہ دی اور سیوان روانہ ہوا۔یہاں راجا داہر کا بھتیجا بجے رائے حکومت کرتا تھا۔اسے بھی امان نامہ بھجوایا گیا۔مگر اس نے کوئی پرواہ نہ کی۔اس کی رعایا بدھ مت کی پیروکار تھی۔اہل شہر نے محمد بن قاسم کو یہ کہلا بھیجا کہ وہ جنگ نہیں کرنا چاہتے چنانچہ محمد بن قاسم نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔بجے رائے مایوس ہو کر سیسم کی طرف فرار ہو گیا۔شہر کا انتظام کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے سیسم پر حملہ کیا۔بجے رائے مارا گیا۔

فتح سندھ کے اثرات:

تاریخ پاکستان میں سندھ کی فتح کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد و رفت شروع ہو چکی تھی۔تبلیغ کا سلسلہ بھی جاری تھا۔مگر اسلام کی اشاعت کیلئے جس سیاسی پشت پناہی کی ضرورت ہوتی ہے اس کی بنیاد سندھ کی فتح کے ساتھ رکھی گئی۔

۱۔ ہندوستان کے مستقبل و تاریخ پر فتح سندھ کے دوررس اثرات پیدا ہوئے۔ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے ساتھ شمالی ہندوستان میں اسلامی تہذیب و ثقافت کی چھاپ پڑنے لگی۔

۲۔ مسلمان مبلغوں، علماء اور مشائخ کا ہندوستان میں آنا آسان ہو گیا اور یوں اسلامی اثرات تیزی سے پھیلنے لگے۔سیاسی طور پر مقامی جاٹوں، زمینداروں مثلاً لوہانوں، سومروں اور سموں کو برہمنوں کی غلامی سے نجات ملی۔

۳۔ لوگوں کو رواداری اور مساوات اور درگزر جیسی اخلاقی اقدار کا علم ہوا۔

۴۔ منصورہ، بھنبھور، اچ، سیہون اور ملتان میں علمی مراکز قائم ہوئے۔ہندی کتابوں کے عربی تراجم ہونے شروع ہوئے۔سدھانت جیسی ریاضی فلکیات کی اہم کتاب اور چانکیہ کی طبی اور سیاسی کتابوں کے تراجم اسی دور میں ہوئے۔

۵۔ تجارت کو فروغ ہوا۔دیبل، نیری کوٹ، سیوستان، خضدار، ارو، منصورہ، ملتان، گجرات، مالابار اور بنگال اہم تجارتی مراکز بنے۔

۶۔ صنعت و حرفت کو غیر معمولی ترقی حاصل ہوئی۔کوفے کے کاریگروں نے سندھیوں کو چمڑا نرم کرنا سکھایا۔یہاں تک کے سندھ کا چمڑا دنیا بھر میں مشہور ہو گیا۔

۷۔ عربوں نے سندھ کو دو کوہان والا ''بختائی'' اونٹ دیا۔جو یہاں کی آب و ہوا میں خوب کام کرتا تھا۔گھوڑوں کی نسلیں اتنی بڑھیں کہ سندھ سے کچھ اور کاٹھیاواڑ تک پہنچ گئیں۔

سوال نمبر ۳: **برصغیر میں مسلمان دور حکومتوں میں قائم ہونے والے اہم تعلیمی اور تہذیبی مراکز پر روشنی ڈالیں۔**

جواب: برصغیر میں مسلم فاتحین کے زیر اثر قائم ہونے والے اہم علمی اور تہذیبی مراکز یہ ہیں۔

1۔بھنبھور 2۔منصورہ 3۔اچ

BS NISHAT EDUCATION
0344-5515779, 03005371884,
051-2285833, 2285733
BS NISHAT EDUCATION

4۔ملتان 5۔سہون 6۔لاہور

بھنبور:۔

کراچی سے گھارو جاتی ہوئی سڑک پر کراچی سے تقریباً چالیس میل گھارو سے دو میل کے فاصلے پر بھنبور کے کھنڈر چوتھائی میل تک پھیلے ہوئے ہیں۔ان کھنڈروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ کبھی یہ بڑا گنجان پر رونق تھا۔یہاں کے آثار مسلمانوں ہندوؤں کے نشانات سے ملتے تھے۔محمد بن قاسم کے عہد میں ایک مشہور بندرگاہ تھی۔مسلمانوں نے یہاں ایک شاندار مسجد تعمیر کی اس کے کتبے پر 294 اندراج ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خلیفہ اول کے دور میں مسجد بنی ہے۔مسجد کے ساتھ ایک عمارت کے کھنڈر ملتے ہیں۔جس کے بارے میں خیال رکھا تھا کہ ایک مکتب تھا۔بھنبوری اہم دریافت اس کے سکے ہیں۔ایک سکے پر ایک طرف 21 یزرگردی سال دوسری طرف بسم اللہ لکھا ہوا ہے۔امدی اور عباسی دونوں عہدوں کی چیزیں نکلی ہیں۔امدی دور کے برتن ملے ہیں جن پر خط کوفی عبارتیں لکھی ہیں۔عباسی دور کے سکے ملتے ہیں۔ان کے علاوہ سندھ میں ڈھلنے والے سکے بھی دریافت ہوئے۔

منصورہ:۔

شہر کی بنیاد محمد بن قاسم کے بیٹے نے رکھی تھی۔وہ سندھ کا گورنر تھا۔اپنی فتوحات کی یادگار کے طور پر اس نے 737 میں یہ شہر آباد کیا۔یہ دریائے سندھ کے کنارے ایک جزیرے کی شکل میں آباد ہوا تھا۔یہ ایک مربع میل رقبے کا پر رونق شہر تھا۔ملتان سے بڑا شہر تھا۔شہر کے چار دروازے تھے۔اردگرد باغ تھے۔محل وقوع کے اعتبار سے یہ شہر دریا کے کنارے سمندر کے قریب تھے۔عراق اور ملک عرب سے آمدورفت کے لئے مناسب تھا۔منصورہ میں عربوں کی خاصی آبادی مقیم تھی۔عرب سیاح مقدسی لکھتا ہے۔کہ منصورہ میں قاضی ابومحمد منصوری جیسے بلند پایہ عالم اور مصنف موجود تھے۔یہاں ایک مقیم عرب نوجوان نے قرآن مجید کا فارسی میں ترجمہ کیا یہ شہر ساتویں صدی ہجری کے وسط تک موجود تھا۔محمود غزنوی کے حملوں کے زمانوں میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ابن بطوطہ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔اس صدی کے آخر میں آج زلزلے کی وجہ سے منصورہ اور برہمن آباد تباہ ہو گئے۔

BS NISHAT EDUCATION

اچ:۔

بہاول پور سے جنوب مغرب میں اڑتیس میل پر اچ واقع ہے۔اچ کو اسلامی عہد میں بڑی ترقی اور وسعت حاصل ہوئی یہ ایک علمی تہذیبی تجارتی مرکز کے لحاظ سے اہمیت رکھتا ہے۔سیاحوں اور مورخوں نے اس کی خوبصورتی اور خوشحالی کا ذکر کیا ہے اس سے پہلے محمد بن قاسم نے فتح کیا۔محمود غزنوی کے زمانے میں ایک اسلامی درسگاہ کی بنیاد رکھی۔اچ کو سب سے زیادہ عروج سلطان ناصر الدین محمود کے عہد حکومت حاصل ہوا۔حضرت زکریا ملتانی نے اپنے مرید سید جلال بخاری (1291,1191) کو لوگوں کے لئے اچ روانہ کیا۔وہ اچ میں باقاعدگی سے وعظ کیا کرتے۔جس سے لوگ متاثر ہوتے تھے۔مسلم سلاطین کے زمانے میں ملتان کی طرح اچ بھی تصوف کا مرکز تھا۔اچ کی شہرت حضرت مخدوم جہاں گشدگی کی موجودگی سے ہوئی۔مخدوم صاحب علم ولایت کے جامع تھے۔وہ کثرت سیاحت کی وجہ جہاں گشت کہلائے انہوں نے 6-3 حج کیے سلطان سکندر آپ کا مرید تھا۔اچ میں شیخ صفی الدین کا ندونی سید جلال بخاری مخدوم جہانیاں جہاں گشت وغیرہ کے مزار بھی موجود ہیں۔

0344-5515779, 03005371884,

ملتان:۔

راجہ داہر کے زمانے میں ملتان ریاست سندھ کا ایک صوبہ ہوا کرتا تھا۔ہر صوبے کا الگ صوبیدار رکھا جو ضرورت پڑنے پر راجہ کو سپاہی فراہم کرتا تھا۔

ملتان میں ہندوؤں کا ایک بت مشہور تھا۔لوگ دور دور سے اس کی زیارت کے لئے آتے تھے۔نذریں چڑھاتے تھے۔ملتان ایک دولت مند شہر بن گیا۔اس کی رونق خوشحالی کی ایک وجہ تھی کہ یہ تجارتی شاہراہ پر واقع تھا۔عربوں نے یہاں سیاسی صدی عیسوی پر قبضہ کیا۔محمود غزنوی کے عہد تک اس پر عربوں کا قبضہ رہا ایک خود مختار ریاست بن گیا۔اس ریاست میں ایک لاکھ سے زائد دیہات شامل ہیں۔ملتان شہر کے چاروں طرف ایک فیصل تھی۔محمد بن قاسم نے یہاں ایک مسجد تعمیر کرائی تھی۔ملتان میں ہندی اور عربی تہذیب ثقافت آگئیں یہ شہر منصورہ چھوٹا تھا۔زیادہ آباد تھا۔بلبن کے زمانے میں ملتان پنجاب اور سندھ کا دارالحکومت تھا۔اسلامی تبلیغ کا بڑا مرکز تھا۔ملتان کے علوم وفنون کے اعتبار سے ترقی کی صوفیائے ملتان میں اولین تذکرہ شاہ یوسف گردیزی (1152-1069) کا ملتا ہے۔جن کا خاندان آج تک ملتان میں ہے۔مسلمانوں کے دور کی سب سے پرانی عمارت بھی یوسف گردیزی کا مقبرہ ہے یہ 1152 میں تعمیر ہوا۔پھر شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی (1262-1182) کا نام مشہور ہے۔انہوں نے ہدایت اور خدمت خلق کا نہایت اعلیٰ معیار قائم کیا۔

051-2285833, 2285733

سہون:۔

اسلام کی آمد سے پہلے ہندو راجوں نے سندھ کو چاروں صوبوں میں تقسیم کیا تھا۔ان میں سے ایک صوبہ سہون بھی تھا۔جو اس وقت سیوستان کہلاتا تھا۔محمد بن قاسم دیبل اور نیرون کی فتح کے بعد سہون پہنچا وہاں کا حاکم قلعہ بند ہو گیا آبادی زیادہ تر بدھ مت سے تعلق رکھتی تھی۔جنگ نہیں چاہتی تھی۔محمد بن قاسم نے قلعے کا محاصرہ چند دنوں میں وہاں کا حاکم بھاگ نکلا شہریوں نے اطاعت قبول کر لی محمد بن قاسم وہاں چند روز مقیم رہا۔سلطان ناصر الدین سندھ کو دو صوبوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ایک صوبے کا صدر بھکر تھا۔دوسرے کا سہون ان کا گورنر الگ الگ ہوا کرتا تھا۔عربوں سے پہلے یہ شہر بدھ مت کا مرکز تھا۔عربوں کی آمد کے بعد یہ ایک تجارتی مرکز بن گیا۔حضرت لال شہباز قلندر کی وجہ سے سہون کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔سہون سے کچھ سکے محمود غزنوی کے نام کے جاری کردہ دریافت ہوئے محمد غوری کے تانبے کے سکے بھی قلعہ سہون سے برآمد ہوتے تھے۔قطب ایبک کے زمانے میں ناصر الدین قباچہ ملتان کا حاکم تھا۔اس کے نام کا تانبا کا ایک سکہ بھی سہون سے ملا ہے۔اسی طرح ناصر علاؤالدین علاؤالدین خلجی وغیرہ کے عہد کے سکے بھی یہاں سے دستیاب ہوئے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سکے ان علاقوں میں رائج رہے ہیں۔

BS NISHAT EDUCATION

لاہور:۔

لاہور کا ذکر عام طور پر ایک قدیم شہر کے طور پر کیا جاتا ہے۔ہندوؤں کے پرانے ۔۔۔۔اور مذہبی روایتوں میں لاہور کا نام آتا ہے۔کشمیر کی قدیم تاریخ راج ترنگنی میں بھی یہ تذکرہ آیا ہے۔ ساتویں صدی عیسوی جب مسلمانوں نے برصغیر پر حملہ کیا اس وقت لاہور کئی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا دارالحکومت تھا یا ایک بڑا شہر تھا۔

دوسرے مسلمان حکمرانوں کے عہد میں لاہور کو مرکزی اہمیت حاصل رہی یہاں امن وامان کا دور دورہ تھا۔اس لئے دوسرے شہروں سے صوفیا،علماء کرام یہاں آ کر مقیم ہونے لگے۔لاہور کو ایک دینی اور علمی مرکزی حیثیت حاصل ہوگی۔مسلمان مبلغوں میں سے سب سے پہلے شیخ اسماعیل بخاری لاہور روانہ ہوئے تفسیر وحدیث کے بلند مرتبہ عام سے لاہور میں تفسیر کا درس شروع کیا ان کی مجلسوں میں بے شمار غیر مسلم مشرف با سلام ہوئے اپنی آمد کے قریباً تریپن سال بعد لاہور وفات پائی۔

غزنوی دور کا مشہور شاعر مسعود سعد سلمان لاہور ہی میں پیدا ہوا۔اس نے یہیں زندگی بسر کی حضرت علی ہجویری داتا بخش کے قریباً وسط لاہور تشریف لائے۔اس وقت لاہور کو یہا نور کہتے تھے۔ یہ ملتان کے گردونواح کا شہر سمجھا جاتا تھا۔برصغیر کا پہلا مسلمان بادشاہ قطب الدین ایبک لاہور میں مقیم رہا اور یہیں دفن ہوا۔ 1241 کے کئی منگول فوج نے حملہ دیا شہر کا محاصرہ کیا لوٹ مار سے اسے برباد کر دیا۔جب بلبن بادشاہ بنا تو وہ خود لاہور آیا شہر کی فیصل اور قلعے کی مرمت کی میران شہر کو نئے سرے آباد کرنے کا سروسامان کیا۔لاہور کے کئی صوفیوں اور عالموں کا ذکر ملتا ہے۔ جنہوں نے انسانی دشمنی خدمت خلق۔پرہیز گاری کی تعلیم دی محمد غوری کے عہد کے عالم اور واعظ سراج الدین ابن مہناج جو لشکر کے قاضی مقرر ہوئے تھے اپنے وعظ اور تقریر کی وضاحت میں مشہور تھے۔

سوال نمبر ۵: **درج ذیل پر مختصر نوٹ تحریر کریں۔**

۱۔ ترائن کی جنگیں:۔

جواب: ہندو راجپوت راجاؤں کے ساتھ شہاب الدین غوری کا تصادم ناگزیر تھا راجپوت راجا سرتھوی راج والئی اجمیر و دہلی کو اس نے کہلا بھیجا کہ وہ غوری حکومت کو تسلیم کرتے اور کرنال اور تانیسر کے علاقے واپس دے جن پر اس نے ناجائز قبضہ کر لیا ہے۔مگر پرتھوی راج جنگی تیاریوں میں مصروف رہا۔

1190ء میں سلطان نے بھٹنڈہ پر قبضہ کر لیا۔وہاں سے غزنی واپس جا رہا تھا کہ اسے اطلاع ملی کے راجا پرتھوی راج نے بھٹنڈہ پر قبضہ کر لیا ہے۔سلطان راستے ہی میں واپس پلٹا اور 1191 میں دونوں فوجیں کا سامنا دہلی سے چالیس میل کے فاصلے پر ترائن کے میدان میں ہوا۔

راجپوتوں کے پاس دو لاکھ سپاہی اور تین ہزار ہاتھی تھے۔ترائن کی دوسری جنگ سے راجپوتوں کو زبردست نقصان اٹھانا پڑا اور محمد غوری کی ہیبتان کے دلوں پر بڑھ گئی۔

دہلی اور اجمیر کی سلطنت بھی سلطان کے ہاتھ آ گئی ترائن کی فتح شمالی ہندوستان میں اسلامی سلطنت کا قیام کا بڑا سبب تھی۔سلطان اپنے غلام قطب الدین ایبک کو ہندوؤں کے مفتوں علاقوں میں اپنا نائب نا کر خود غزنہ چلا گیا۔

۲۔ سلاطین دہلی کی سیاسی تاریخ

جواب: سلاطین دہلی کی سوا تین صدیوں کی مدت میں برصغیر کے شمالی علاقے پنجاب،سرحد اور دہلی ان کے ماتحت رہے۔ملتان نے اسی سال 1444ء سے 1524ء تک خودمختاری حاصل کی۔کشمیر نے بھی کچھ عرصہ خودمختاری میں گزارا۔سندھ کے بیشتر علاقوں پر مرکز کی گرفت کمزور رہی۔اس لئے موقع پاتے ہی سندھ بھی خودمختاری کا اعلان کرتا رہا۔بلوچستان ایک دور دراز علاقہ تھا اس لئے مرکز کے ساتھ اس کا تعلق ڈھیلا ڈھالا رہا۔ان علاقوں کو ایک لڑی میں پرونے کے لئے ضروری تھا کہ مرکز کے ساتھ اس کا تعلق ڈھیلا ڈھالا رہا۔ان علاقون کو ایک لڑی میں پرونے کے لئے ضروری تھا کہ مرکز ان کے قریب ہوتا۔لاہور اس کے لئے موزون تھا۔لیکن قطب الدین ایبک جشن تاجپوشی کے بعد دہلی چلا گیا۔چنانچہ سیاست اور مذہب کا مرکز لاہور اور ملتان کی بجائے دہلی بن گیا۔علماء اور صوفیا بھی دہلی کا رخ کرنے لگے۔مغلوں کی آمد تک دہلی پر پانچ مختلف خاندانوں نے حکومت کی۔

1۔ خاندان غلاماں یا ترک سلاطین — 1206سے 1287ء 82 سال

(قطب الدین ایبک،التمش،رضیہ سلطانہ بلبن)

2۔ خاندان خلجی — 1290 سے 1320ء 30 سال

(علاؤالدین خلجی)

3۔ خاندان تغلق — 1320 سے 1413ء 93 سال (محمد تغلق،فیروز تغلق)

4۔ سید خاندان — 1414ء سے 1451ء 37 سال

5۔ خاندان لودھی — 1451ء سے 1526ء 75سال (سکندر لودھی،ابراہیم لودھی)

BS NISHAT EDUCATION
0344-5515779, 03005371884,
051-2285833, 2285733
BS NISHAT EDUCATION

ترک سلاطین:۔ 1206ء میں لاہور میں قطب الدین ایبک نے غوری سلطنت کے نائب کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ 1208ء میں اسے سلطان کا لقب عطا ہوا۔تاجپوشی کے فوراً بعد ایبک دہلی چلا گیا اور وہاں اس نے امراء کے ساتھ رشتہ داریاں قائم کیں۔اسی طرح اس نے اپنی بیٹیوں کی شادی شمس الدین التمش اور ناصر الدین قباچہ حاکم ملتان و سندھ کے ساتھ کر دی۔ غزنی کے حکمران تاج الدین یلدوز کے لاہور پر قبضہ کرنے کی اطلاع ایبک کو ملی تو اس نے اسے نکال باہر کیا اور خود لاہور میں مقیم ہو گا۔اس نے ملک میں امن و امان قائم کیا۔ہر شہر میں قاضی مقرر کئے ہندوؤں کے ساتھ رواداری اور انصاف کا برتاؤ کیا۔دہلی کی مسجد قوت الاسلام،اجمیر کی مسجد اور قطب مینار اس کی مشہور عمارات ہیں۔وہ ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھا۔ 1210ء میں لاہور میں فوت ہوا۔اس کے بعد آٹھ ماہ کے لیے ایک شخص آرام شاہ لاہور میں تخت پر بیٹھا مگر دہلی میں التمش نے سلطان ہونے کا اعلان کر دیا۔

سلطان التمش:۔سلطان شمس الدین التمش قطب الدین ایبک کا غلام تھا۔جسے بعد میں اس نے اپنا داماد بنا لیا اور بعض صوبوں کا گورنر مقرر کیا۔ 1205ء میں کھوکھروں کی لڑائی میں اس کے کارناموں کی وجہ سے سلطان ایبک نے اسے آزاد کر دیا تھا۔ 1210ء میں امراء نے اسے سلطان قرار دیا۔ سلطان التمش پہلا حکمران تھا جس نے برصغیر میں پہلی بار سلطنت کی تنظیم کیا۔اس نے قلعوں میں فوجی دستے مقرر کرنے کے بعد امن و امان قائم کرنے اور رعایا کی دیکھ بھال کا آغاز کیا۔اس نے حکومت کا ادارہ یا کونسل ''امرائے چہلگانی''یعنی چالیس امراء کے نام سے بنائی اور تمام عہدے ان کے درمیان تقسیم کر دیئے۔اس سے دوسرے امراء بھی مطیع ہو گئے۔عدالت کا باقاعدہ محکمہ بنایا۔اس نے براہ عباسی خلافت کے ساتھ رابطہ قائم کیا اور وہاں سے ناصر المومنین سلطان کا خطاب ملا۔اب اس کی آئینی حیثیت مضبوط ہو گی یوں وہ سلطنت دہلی کا بانی قرار پاتا ہے۔ 1236ء میں فوت ہو گیا۔ذاتی طور پر انتہائی نیک اور پرہیزگار انسان تھا۔اس نے کبھی نماز عصر میں تاخیر نہیں کی تھی۔اس لئے مشہور صوفی قطب الدین بختیار کاکی کی وصیت کے مطابق ان کی نماز جنازہ اسی نے پڑھائی تھی۔

رضیہ سلطانہ:۔سلطان التمش کی وصیت کے برعکس امراء نے اس کے بیٹے رکن الدین فیروز شاہ کو تخت نشین کر دیا۔لیکن اس کی نااہلیت کے سبب خود ہی سلطان التمش کی وصیت کے مطابق 1236ء میں التمش کی بیٹی رضیہ سلطانہ کو حکمران تسلیم کر لیا۔رضیہ ایک قابل حکمران تھی۔پہلی بار ایک عورت حکمران ہوئی تھی۔اس لئے بعض امراء نے بغاوت کر دی۔رضیہ نے بعض امراء کو اپنے ساتھ ملایا اور باغیوں کے درمیان رقابتیں پیدا کیں۔حکمران ہوتے ہی اس نے پردہ ترک کر دیا اور مردانہ لباس پہن کر دربار میں آنا شروع کر دیا۔یاقوت پر اس کی مہربانیوں کی وجہ سے لاہور اور ملتان کے حاکم ایاز نے 1239ء میں بغاوت کر دی جسے اس نے فرو کر دیا۔التونیہ نے تخت حاصل کرنے کے لئے رضیہ سلطانہ سے شادی کر لی اور انہوں نے مل کر دہلی پر حملہ کر دیا حملے کے دوران ہی 1240ء میں ہندو ڈاکوؤں نے انہیں قتل کر دیا۔عورت ہونے کے ناطے رضیہ سلطانہ کی مخالفت نے اسے ناکام رکھا۔اس کے بعد 1242ء تک بہرام شاہ اور 1246ء تک رکن الدین فیروز شاہ کے بیٹے علاؤالدین مسعود حکمران رہے۔ 1246ء میں سلطان التمش کا چھوٹا بیٹا ناصر الدین محمود حکمران مقرر ہوا۔وہ ایک نیک شخص تھا اور خزانے سے تنخواہ تک نہ لیتا تھا۔اس نے اپنے غلام غیاث الدین بلبن کو نائب مقرر کیا۔اس کی وفات 1266ء کے بعد بلبن نے سلطنت کا انتظام سنبھال لیا۔

بلبن:۔رضیہ سلطانہ کے بعد مسلم سلطنت بکھرنے والی تھی کہ بلبن نے آگے بڑھ کر اسے ختم ہونے سے بچایا اور التمش کا غلام تھا جو بعد میں اس کی کونسل ''امرائے چہلگانی'' کا رکن بھی رہا۔اس نے 1666ء میں تخت نشین ہوتے ہی سلطان کے مقام کو بلند کیا اور اسے نائب خدا قرار دیا۔ظل اللہ کا لقب اسی نے اختیار کیا۔اس نے بادشاہت اور اسلامی شریعت کے نفاذ دونوں کو نظام سلطنت میں شامل کر دیا۔بلبن کے نظریہ سلطنت میں سلطان کی شان و شوکت،رعایا پروری اور نیک کرداری ضروری عناصر تھے۔میوات اور دوآبہ کے ہندو اور پنجاب کے کھوکھر اس کے لئے پریشانی کا باعث بنے تھے۔چنانچہ 1266ء میں اس نے میوات کے ڈاکوؤں کو ختم کیا اور وہاں پر پٹھان دستے تعینات کیے اودھ اور روہیل کھنڈ کے باغیوں کا قتل عام کیا جسے ہر طرف اس کا رعب اور دبدبہ قائم ہو گیا۔ 1268ء میں اس نے پنجاب میں کھوکھروں کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا۔بنگال میں طغرل نے 1279ء میں خودمختاری کا اعلان کیا تو اس کے ساتھ بھی یہی کیا۔ 1285ء میں افغانستان کے منگول حکمران تیمر خان نے دریائے راوی پر بلبن کے بیٹے شہزادہ محمد سلطان سے شکست کھائی۔اس جنگ میں محمد سلطان شہید ہو گیا تو بلبن نے اس کے بیٹے کیخسرو کو اپنا جانشین مقرر کیا اس کے تین روز بعد 1287ء میں سلطان بلبن فوت ہو گیا۔اس کی وفات پر امراء نے اس کے پوتے کیقباد کو سلطان بنا دیا لیکن وہ نااہل ثابت ہوا تو امراء نے اس کے بیٹے کیومرث کو حکمران بنایا۔ جلال الدین خلجی نے 1290ء میں اسے شکست دے دی۔اس طرح سے خلجی خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

خاندان خلجی:۔خلجی محمود غزنوی کے دور میں برصغیر میں آئے تھے۔اور سرکاری عہدوں پر مقرر رہے۔جلال الدین خلجی نے ایک خاندان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا تھا۔ 1290ء میں اس نے امراء کی چپقلش سے فائدہ اٹھایا اور سیاسی اور مذہبی گروہوں کی حمایت کے بغیر ایک حکومت بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ 1292ء میں اس نے منگولوں کی ایک کثیر تعداد کو شکست دے کر اسلام قبول کرنے اور دہلی میں آباد ہونے پر مجبور کر دیا۔ 1296ء میں اس کے بھتیجے علاء الدین خلجی نے اسے ایک مقابلے میں دھوکے سے بلا کر قتل کر دیا۔

علاؤالدین خلجی:۔جلال الدین خلجی کا بھتیجا 1296ء میں برصغیر کا سلطان بنا۔اس وقت جلال الدین کا بیٹا ارکلی خاں سندھ، ملتان اور لاہور کا حاکم تھا۔علاء الدین کا اس سے خطرہ تھا چنانچہ اس نے اپنے بھائی الغ خان کی قیادت میں ایک فوج ملتان بھیجی، جہاں سے ارکلی خان اور دوسرے باغیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ سلطان علاؤالدین نے اپنے عہد میں چار بغاوتوں اور منگولوں کے چھ حملوں کو فرو کیا اور اس کے بعد ملکی اصلاحات میں مصروف ہو گیا۔امراء کی بغاوتوں کو فرو کرنے کے لئے اس نے جاسوسی کا نظام قائم کیا۔ان کی جائیدادیں ضبط کیں، باہمی شادیوں پر پابندی لگائی، مستقل فوج کا محکمہ قائم کیا۔مالیہ کا نظام درست کیا۔زمین کی پیمائش کروائی،اجناس اور غلاموں کی قیمتیں مقرر کیں،بددیانت تاجروں کی سخت سزائیں مقرر کیں۔ بدکاری کو جرم قرار دیا،اسماعیلیوں کو چن چن کر موت کے گھاٹ اتارا، جوئے خانے بند کرا دیئے۔رشوت اور بددیانتی پر سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔ان سماجی اصلاحات کی وجہ سے عوام سلطان کو ناپسند کرنے لگے تھے۔آخری عمر میں وہ اپنے غلام ملک کافور کے ہاتھوں میں کھلونا بن گیا۔ 1316ء میں انتقال کر گیا۔اس کے بعد ملک کافور نے سلطان کے بیٹے شاہ خان کی سرپرستی کی

BS NISHAT EDUCATION
0344-5515779, 03005371884,
051-2285833, 2285733
BS NISHAT EDUCATION

لیکن جلد ہی قتل ہوگیا اور سلطان کا دوسرا بیٹا مبارک شاہ خلجی حکمران بنا۔اس کی عیش وعشرت کے نتیجے میں اس کے غلام خسرو خان نے 1320ء میں اسے قتل کردیا اور حکومت پر قابض ہوگیا۔ اسکے ساتھ ہی خلجی خاندان کا دور ختم ہوگیا۔

خاندان تغلق:۔خسرو خان نے تخت نشین ہوتے ہی اسلامی شعائر کی توہین کی اور ہندوؤں کو کھلی چھٹی دینا شروع کردی۔ستمبر 1920ء میں خسرو کے قتل کے بعد غیاث الدین تغلق سلطان بنا۔اس نے حکمران ہوتے ہی معاشرتی اور سماجی اصلاحات کا آغاز کردیا۔1324ء میں بنگال کو اپنی سلطنت میں شامل کرلیا۔وہ 1325ء میں انتقال کرگیا تو اس کا بیٹا محمد تغلق حکمران بنا۔

محمد بن تغلق:۔1325ء سے 1351ء تک اس کے منصوبہ ساز سلطان کی ناکامیوں کو تاریخ میں بہت اہمیت حاصل ہے۔1345ء میں اس نے خلیفہ سے سند سلطانی بھی حاصل کرلی۔تاریخ میں اس سے زیادہ متضاد سلطان اور کوئی نہیں گزرا۔وہ ایک طرف انتہائی منصف اور باعمل شخص تھا اور دوسری طرف انتہائی سخت اور سفاک حکمران بھی تھا۔اس پر فلسفے کا اثر ہوا تو ملحد ہوگیا اور مذہبی جذبہ بڑھا تو نماز ترک کرنے والوں کو موت کی سزا تک دینے لگا۔اس کے عہد میں کئی صوبے دہلی سے آزاد ہوگئے اور اسلامی حکومت میں توسیع واستحکام کی بجائے کمزوری اور بدنظمی پیدا ہوئی۔ ایک بغاوت کے دوران 1351ء میں سندھ میں ٹھٹھہ کے قریب انتقال کرگیا۔

فیروز شاہ تغلق:۔1350ء میں امرائے سلطنت نے غیاث الدین تغلق کے بھتیجے فیروز شاہ تغلق کو سلطان منتخب کرلیا۔ٹھٹھہ کی مہم میں وہ بھی محمد بن تغلق کے ساتھ تھا۔وہیں سے وہ دہلی واپس آیا اور عوام کی خوشحالی کے لئے مختلف کاموں میں مصروف ہوگیا۔اس نے ان تمام علاقوں مثلاً بنگال، اڑیسہ، نگرکوٹ اور سندھ پر فوج کشی کی انہیں جو سلطنت سے علیحدہ ہوگئے تھے۔1353ء میں بنگال کی طرف مہم بھیجی اور عورتوں کی فریاد پر محاصرہ اٹھا کر واپس آگیا۔1362ء میں اس نے سندھ کو دوبارہ سلطنت میں شامل کرنے کے لئے نوے ہزار سپاہیوں پر مشتمل فوج بھیجی۔قحط اور وبا کی وجہ سے اسے ناکامی ہوئی اور واپس آنا پڑا۔1363ء میں اس نے دوبارہ حملہ کیا اور سندھ کے حاکم جام بابینہ کو گرفتار کرکے اس کے بھائی کو سندھ کا حاکم مقرر کردیا۔1388ء میں اس نے انتقال سے پہلے اپنے پوتے تغلق خان کو اپنا جانشین مقرر کیا لیکن اس کے جانشین اس سلطنت کو سنبھال نہ سکے اور 1398ء میں امیر تیمور نے برصغیر پر حملہ کردیا۔یکم جنوری 1399ء کو تیمور سمرقند روانہ ہوگیا۔راستے میں میرٹھ، ہردوار، اور مرمور کے راجاؤں کو شکست دیتا فروری میں جموں پہنچا یہاں کے راجہ نے اسلام قبول کرلیا۔مارچ 1399ء میں وہ لاہور پہنچا وہاں کے حاکم سید خضر خان کو لاہور، ملتان اور دیپالپور میں اپنا نائب مقرر کرکے کابل واپس چلا گیا۔تیمور کے حملے سے دہلی برباد ہوگیا۔تہذیب وتمدن اجڑ گئے۔لاکھوں افراد مارے گئے اور ہنرمندوں کی ایک کثیر تعداد کو تیمور اپنے ساتھ لے گیا۔ناصرالدین محمود اگرچہ 1412ء تک زندہ رہا۔لیکن عملی طور پر اس نے سیاست میں کوئی حصہ نہ لیا اس کی وفات پر دولت خان لودھی کو سلطان منتخب کرلیا گیا۔مگر لاہور کے خضر خان نے اسے شکست دی، اور سید خاندان کی حکومت کی بنیاد ڈالی۔

سید خاندان:۔سید خضر خان لاہور کا حاکم مقرر رہا تھا۔وہ ملک سلیمان حکام ملتان کا بیٹا تھا۔مشہور بزرگ سید جلال بخاری نے اسے سید کہا تھا اسئے وہ سید مشہور رہا۔اس کا دورحکومت 1414ء سے 1421ء تک ملک میں امن وامان کی کوششوں میں صرف ہوا۔اس کے بعد اس کا بیٹا مبارک شال تخت نشین ہوا وہ ایک طاقتور حکمران تھا اس نے پہلی بار شاہ کا لقب اختیار کیا اس کا دور بھی شورشوں میں گزرا۔خصوصاً پنجاب، دوآب اور میوات اس کے لئے پریشانی کا باعث بنے۔1434ء میں اس کے قتل کے بعد اس کا بھتیجا محمد شاہ اور 1444ء میں محمد شاہ کا بیٹا عالم شاہ حکمران ہوئے۔لیکن ناکام ثابت ہوئے۔عالم شاہ بدایوں گیا ہوا تھا کہ 1451ء میں بہلول لودھی نے دہلی پر قبضہ کرلیا۔عالم شاہ اس کے حق میں دستبردار ہوگیا۔

لودھی خاندان:۔سرحد اور بلوچستان کے علاقے میں افغان آباد تھے۔جنہیں آج کل پٹھان کہا جاتا ہے۔ان کے ایک قبیلے لودھی نے فیروز شال تغلق کے عہد میں دہلی کا رخ کیا۔بہرام لودھی حاکم ملتان کی ملازمت میں داخل ہوا۔اس کا پوتا بہلول لودھی تھا جس نے پہلی بار برصغیر کے مقامی لوگوں یعنی پٹھانوں کی سلطنت کی داغ بیل ڈالی۔سادات دور میں وہ سرہند کا گورنر تھا۔ 1478ء میں وہ انتقال کرگیا اس کا زیادہ تر وقت سلطنت کے نظم ونسق اور بغاوتوں کو فرو کرنے میں گزرا۔اس نے پنجاب اور بہار میں پٹھانوں کی بستیاں آباد کیں۔بہلول لودھی کے بعد اس کے جانشینوں میں سکندر لودھی، 1489ء سے 1517ء اور ابراہیم لودھی 1517 سے 1526ء قابل ذکر ہیں۔نہایت مہذب اور دیندار سلطان تھا۔نومبر 1517ء میں جب وہ گوالیار کے راجا کے خلاف ایک مہم کی تیاری میں مصروف تھا بیمار ہوا اور انتقال کرگیا۔سکندر لودھی کے بعد اس کا بیٹا ابراہیم لودھی حکمران ہوا اس کے بھائی جلال خان نے جونپور میں اپنی حکومت کا اعلان کردیا۔ابراہیم لودھی کو اس کے خلاف مہم کا آغاز کرنا پڑا اور بالآخر جلال خان قتل کرا دیا۔دولت خان نے افغانستان کے حکمران بابر کو برصغیر پر حملہ کرنے کی دعوت دے دی۔ 1524ء میں بابر دہلی کی طرف بڑھا۔اس سے پہلے بابر بھیرہ، خوشاب، پشاور اور سیالکوٹ پر قبضہ کرچکا تھا کہ ادھر ابراہیم لودھی ایک لاکھ فوج اور ایک ہزار ہاتھی لے کر آگیا۔ 21 اپریل 1526ء میں پانی پت کے میدان میں دونوں فوجوں کے درمیان تاریخی فیصلہ ہوا، زبردست لڑائی ہوئی جنگ میں ابراہیم لودھی شکست کھا کر مارا گیا، اور 24 اپریل 1526ء کو برصغیر میں سلاطین کے عہد کا خاتمہ ہو گیا۔اس روز دہلی میں بابر کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور اسے شہنشاہ ہند کے خطاب سے نوازا گیا۔

BS NISHAT EDUCATION
0344-5515779, 03005371884,
051-2285833, 2285733
BS NISHAT EDUCATION

BS NISHAT EDUCATION

0344-5515779, 03005371884,

051-2285833, 2285733

BS NISHAT EDUCATION